

محمد سعیف اللہ خان

اسکالرپی ایج-ڈی اردو یونیورسٹی آف ایجوکیشن، لوڑمال کینپس لاہور

پاکستانی کلچر اردو زبان اور تنقید کے سیاق و تناظر میں

Muhammad Saif Ullah Khan

Scholar PhD Urdu, University of Education, Lower Mall Lahore.

Pakistani Culture: In the Context of Urdu Language and Criticism

In this article the subject of Pakistani culture and civilization is being discussed in the context of Urdu language and national exposure of Urdu criticism. This article presents introduction of traditional, historical and geographical parameters of Urdu language and criticism. Meanwhile, the origin of culture and its components in relation with literary heritage and evolutionary cycle of Urdu are also recounted by adding the thoughts of different sociolinguists and critics. As these are several issues of identity and origin for the survival of Urdu language so the different questions and logical arguments are also there to publicise the Urdu and its cultural relations with language. So here we have illuminated some of them with critical analysis.

Keywords: *Pakistani Culture, Criticism, National Language, Society, Mentifacts.*

حضرت انسان کی تاریخ اور کلچر کے مباحث روزِ اzel سے قدم بہ قدم ساتھ ساتھ چلتے آئے ہیں۔ انسانی تمدن کی کہانی جب بھی کہی جائے گی کلچر کی بحث ضرور سر اٹھائے گی۔ کلچر کے مباحث دراصل زندگی و کائنات کے بارے میں بنیادی سوالات کے جوابات کے نتیجے میں ظہور پذیر ہوئے ہیں۔ جب یہ جوابات عمل کی شکل میں ڈھل جاتے ہیں تو افراد و اقوام کا تشخیص اور شناخت بن جاتے ہیں۔ یہی شناخت انہیں دیگر افراد و اقوام سے میز کرتی ہے۔ نظریاتی فکری خدو خال، اقدار، اصول زیست کی بنیادی تدریس جو انسانی مکتبہ فکر یا گروہ انسانی کی مشترک اساس ہوں اور جن کی بنیاد پر کسی قوم یا جماعت کو معاشرے میں ایک منفرد تشخیص اور شناخت حاصل ہو وہ کلچر کہلاتا ہے۔

کلچر عقیدہ، عادات، فکر اور اخلاق و اطوار کے ساتھ سیاسی، اجتماعی، معاشرتی اداروں اور بین الاقوامی طرز زیست میں بھی اپنے آثار واضح کرتا ہے۔ جس کے نتیجے کے طور پر فکری خدودخال اور علوم و فنون ظہور پذیر ہوتے ہیں۔ فنون لطینہ کی مختلف اشکال معرض وجود میں آتی ہیں۔ طرز تعمیر کے منفرد شاہ کار انسانی نگاہوں کو خیر کیے دیتے ہیں۔ معاشری، سماجی اور معاشرتی ادارے تشکیل پاتے ہیں نیز سیاسی اور صنعتی نظام بنتے ہیں۔ اس مجموعی شخص کو کلچر کا نام دیا جاتا ہے۔ اور علوم عمرانی کی اصطلاح میں ایک کو (ذہنی)Mentifacts اور دوسرے کو Artefacts (سماجی مظاہر) کے نام سے موسوم کیا جاتا ہے۔

کلچر (ثناخت) اور تہذیب (سویلائزیشن) کی اصطلاحیں عمرانیات سوشیالوجی (Sociologuy) تاریخ History اور فلسفے Philosophy کی مباحثت میں استعمال ہوتی ہیں۔ البتہ نادیک ان کے تئیکی مفہیم میں شدید اختلاف پایا جاتا ہے۔ بعض اوقات ان کو متراوف بھی استعمال کیا جاتا ہے۔

کلچر (Culture) کا لفظ اردو تقدیم نے انگریزی سے مستعار یا ہے مگر مسلسل استعمال کے بعد اب یہ مانوس روزمرہ میں شمار ہوتا ہے۔ انگریزی میں Culture، لاطینی لفظ Cultura کی انگریزی شکل ہے۔ لاطینی زبان میں اس کا معلوم، قدیم ترین آغاز، Colere ہے۔ قدیم لاطینی میں Colere کے ساتھ کاشت سکونت پذیری، گلہدشت، پرورش اور عبادت گزاری کے مفہیم وابستہ تھے۔ یہی لفظ جب فرانسیسی زبان میں پہنچا تو اس نے Couture کا روپ دھارا اور اٹھار ہویں صدی تک فرانسیسی زبان میں اس لفظ اور اس سے مشتق دیگر الفاظ کے ساتھ زیادہ تر کاشت اور اس سے متعلق مفہیم ہی وابستہ رہے۔ انگریزی زبان میں پندرہویں صدی کے وسط تک اس لفظ سے کاشت اور پودوں کی نمو کی دیکھ بھال کے معانی لیے جاتے رہے۔ سولہویں صدی میں کاشت اور پودوں کی دیکھ بھال سے آگے اس کے معانی کا دائرة انسانی نشوونما تک پھیلا دیا گیا۔ بعد ازاں اس لفظ کو پودوں کی نمو اور کاشت سے ہٹ کر استعارتی معنوں میں استعمال کرنے کا رجحان بڑھنے لگا اور رفتہ رفتہ اسے انسان کی طبعی نشوونما کے علاوہ انسان کی ذہنی بلوغت کے عمل کو ظاہر کرنے کے لیے بھی استعمال کیا جانے لگا۔^(۱)

ای بی ٹیڈنے کلچر کی تعریف کچھ یوں کی ہے:

Sir Edward B.Tylor's definition of culture:

"Culture...is that complex whole which includes knowledge, beliefs, arts, morals, law, customs, and any other capabilities and habits acquired by [a human] as a member of society."^(۲)

ڈاکٹر نبیل احمد نبیل صاحب اس حوالے سے لکھتے ہیں:

"کچھ ان تمام خصوصیات کا مرکب ہوتا ہے جو کسی مخصوص قوم، معاشرے یا گروہ کے افراد میں مشترک ہوتی ہیں۔ یہ مرکب ان افراد کے عقائد، اقدار، احساسات، قوانین، آداب، رہن سہن کے طور طریقوں، رسوم و رواج، اصولوں، ظاہری روایوں، آلات، اشیاء، شیکنالوجی، تیظیں، مذہب، تعلیم، صحت، خاندان، ادارے، پیشے، جغرافیہ، زبان اور علوم و فنون پر مشتمل ہوتا ہے۔ کچھ کی انہی خصوصیات کی بنیاد پر ایک قوم، معاشرے یا گروہ کے افراد اپنی مخصوص بیچان رکھتے ہیں۔ اسی طرح سماج مجموعہ ہے ان افراد کا جو مشترکہ کچھ رکھتے ہیں۔ سماج اور کچھ ایک دوسرے کے ساتھ نہایت یچیدگی سے جڑے ہوتے ہیں۔"^(۳)

اوکسفوڈ ایڈ وانڈ لرزرز کشری میں Culture کو ان الفاظ میں بیان کیا گیا ہے:

"Culture

Way of Life 1. the customs and belief, art, way of life and social organization of a Particular country or group.
European/ Islamic/ American, etc.

Culture, working-class culture 2(c) a country, group etc with its own beliefs, etc.

The Children are taught to respect different cultures the effect of technology on traditional cultures.

Art/ Music/ Literature

art, music, Literature, etc thought of as a group. Venice is a beautiful city full of culture and history.

Beliefs/ Attitudes, the beliefs and attitude about 5th that people in a particular group or organization share. The political cultures of the United States and Europe are very different." ^(۲)

اس ضمن میں ڈاکٹر جبیل جابی لکھتے ہیں:
 "کلچر اس کل کا نام ہے جس میں مذہب و عقائد، علوم اور اخلاقیات، معاملات اور معاشرت، فنون و هنر، رسم و رواج، افعال ارادی اور قانون، صرف اوقات اور ساری عادتیں شامل ہیں جن کا انسان معاشرے کے ایک رکن کی حیثیت سے اکتساب کرتا ہے اور جن کے برتنے سے معاشرے کے متصاد و مختلف افراد اور طبقوں میں اشتراک و ممائش، وحدت اور یک جہتی پیدا ہو جاتی ہے۔" ^(۵)

کلچر کی اصطلاح اردو میں رائج ہے اور کلچر کے لیے عربی زبان سے مشتق لفظ ثقافت بھی اردو میں بیشتر محققین و ناقدین نے استعمال کیا ہے۔ محمد حسن عسکری، فیض احمد فیض، ڈاکٹر جبیل جابی، ڈاکٹر سید عبد اللہ، ڈاکٹر وزیر آغا، ایم ڈی تاشیر، سلیم احمد، پروفیسر کرار حسین، سید سبط حسن، ڈاکٹر سجاد باقر رضوی اور معاصر ناقدین نے اردو میں ثقافت کا لفظ استعمال کیا ہے۔ تمدنی ارتقا کے عمل میں ذہنی و فکری زندگی کی کار فرمائی کے نتیجے میں کلچر پیدا ہوتا ہے۔ کلچر کے عناصر ترکیبی میں زبان، رسومیات، ضابطے، علاقہ، خط، جغرافیہ، آرٹ یعنی فون لٹیفہ اور بالخصوص ادب شامل ہیں۔ ثقافت کے لفظ سے ثقافتی ملبوسات، ثقافتی تفاوت، ثقافتی و ذہنی ہم آہنگی، روایتی و ثقافتی صورت حال وغیرہ جیسے الفاظ روزمرہ محاورے میں مستعمل ہیں۔ اسی طرح تہذیب و ثقافتی اور تہذیب و ثقافت کی ترکیب اصطلاحاً استعمال کی جاتی ہیں۔ ثقافت کے لفظ پر بیشتر محققین و ناقدین کا مطبع نظر لفظی سطح پر ضرور ہے اگرچہ معنوی و اصطلاحی حدود کا واضح تعین نہیں کیا گیا۔ اس کے باوجود ثقافت کا لفظ کلچر کے مفہوم میں برداشت جاتا ہے۔ اردو میں ادب و ثقافت، کثیر الجہت ثقافت، ثقافتی سرگرمیاں وغیرہ کا استعمال بھی دیکھنے کو ملتا ہے۔

اس حوالے سے پروفیسر کرار حسین لکھتے ہیں:

”کلچر کسی معروف معاشرے کے مخصوص طرزندگی کا نام ہے اس لیے کلچر کے متعلق پہلا سوال اس معاشرے کی تعریف ہے جس سے وہ کلچر متعلق ہے۔ ہم کون ہیں؟ ہمارا ماضی کیا ہے؟ اس کے جواب میں موئن جوڑا اور ہٹپہ اور گندھارا اور بینامتی کی مٹی ہوئی تہذیبیوں سے اپنا رشتہ جوڑنا بے کار اور بے معنی سی بات ہے۔ ہمارا ماضی وہی ہے جہاں تک ہمارے تاریخی شعور کا تسلسل جاتا ہے۔ رشتہ جوڑنے سے رشتہ قائم نہیں ہوتا۔ اب وہ تہذیبیں تاریخ کے عجائب خانے کی زینت ہیں جو قدیم آریا تہذیب یا تندیم ہندو تہذیب پر اثر انداز ہو کر خود ختم ہو چکیں۔ ہم ہند مسلمانی معاشرے کا ایک بڑا حصہ ہیں جو ۱۹۴۷ء سے ایک بدلتے ہوئے تاریخی، سیاسی، جغرافیائی ماحول میں اپنی تقدیر کے منازل طے کر رہا ہے۔“^(۱)

کلچر کے حصار میں مشترک خصوصیات کے باعث افراد ایک دوسرے کے قریب آتے ہیں جبکہ کلچر اور سوسائٹی روایتی طور پر لوگوں کے مخصوص گروہ کی طرف اشارہ کرتے ہیں جو ایک ہی علاقے میں اکٹھے رہتے ہوئے متحده طرز بود و باش کے حامل ہوں اور اس بنابرآ ہمی سلوک و روایات کے رشتہ میں منسلک ہوں مگر آج کی گلوبل ڈنیا میں کلچر اور سوسائٹی اپنے ان روایتی معنوں سے بہت آگے نکل چکے ہیں کیوں کہ آج کے سطح پر وسائل کے لوگ ہیں الاقوامی سطح پر ایک دوسرے سے نہ صرف میل جوں رکھتے ہیں بلکہ ہیں الاقوامی سطح پر وسائل کے استعمال میں بھی ایک دوسرے کے ساتھ شریک ہیں۔ کلچر اور سوسائٹی کے اسی موجودہ عالم گیر تصور نے قوم کے تصور کو بھی یکسر بدل کر رکھ دیا ہے۔ قوم کے اس موجودہ تصور میں قوم کی تاریخ، جغرافیائی حدود و امتیازات اور معاشرت کے اندازے لازمی حیثیت اختیار کر لی ہے جسے کلچر کے ساتھ جوڑ کر قومی کلچر کا نام دیا جانے لگا ہے۔ جس کے باعث کلچر میں کچھ نئے مباحث بھی شامل ہو چکے ہیں جن کی اہمیت سے انکار ممکن نہیں۔

ڈاکٹر جیل جابی نے تہذیب و ثقافت کے لیے کلچر کا لفظ استعمال کیا ہے وہ لکھتے ہیں:

”میں نے تہذیب و ثقافت کے معانی یک جا کر کے ان کے لیے لفظ ”کلچر“ استعمال کیا ہے جس میں تہذیب و ثقافت دونوں کے مفہوم شامل ہیں۔ اس کے معنی یہ ہوئے کہ کلچر ایک ایسا لفظ ہے جو زندگی کی ساری سرگرمیوں کا خواہ وہ ذہنی ہوں یا مادی، خارجی ہوں یا داخلی، احاطہ کر لیتا ہے۔“^(۲)

فیض احمد فیض تہذیب و ثقافت کو ”کلچر“ کے مقابل کے طور پر استعمال کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

”ہر اصطلاح کی تعریف تو ہم خود بیان کرتے ہیں۔ آپ چاہیں تو ثافت کا لفظ استعمال کر لیں۔ میں تہذیب کو کلچر کے معنوں میں استعمال کر رہا ہوں۔ لیکن مجھے اصرار نہیں ہے کہ اس کی جگہ کوئی اور لفظ استعمال نہیں ہو سکتا۔“^(۸)

ہر معاشرے میں کلچر ہی معاشرت کی بنیاد فراہم کرتا ہے اور اس معاشرے کے کمین اپنی طرز معاشرت سے ہی پہچانے جاتے ہیں اسی لیے معاشرے کی تشکیل میں بہترین اقدار و روایات کی بنیاد بھی افراد معاشرہ کی ہی ذمہ داری ہے۔ اعلیٰ اقدار، روایات، اعلیٰ درجے کی اخلاقیات، بہترین شعر و ادب، فکر و فلسفہ، آرٹ، علوم و فنون، مذہب، معتقدات، عادات و اطوار، ادب و آداب، شائستگی، بہترین انسانی رویے، مذکورہ عناصر و عوامل کا تعلق انسانی زندگی کے داخلی اظہار سے ہے اور یہ اجزاء ترکیبی کسی بھی معاشرے کے کلچر کی تشکیل و تعمیر میں برابر حصہ لیتے رہتے ہیں اور یہ عمل افراد معاشرہ کے مابین تسلسل کے ساتھ صدیوں تک نسل در نسل جاری و ساری رہتا ہے۔ کلچر کوئی ایسا عضر نہیں ہے جس کو منصوبہ بندی کے ذریعے پیدا کرنے کی ضرورت پیش آئے بلکہ ہر انسانی معاشرہ اور اس کے افراد باہمی زندگی کے اختلاط اور تال میں کے نتیجے میں کلچر کی پیدائش کو یقینی بناتے رہتے ہیں۔ کلچر کسی بھی معاشرے کے طریق زندگی کا بنیادی اظہار یہ ہوتا ہے۔ کلچر کے ذریعے کسی بھی معاشرے یا اس کے اندر مختلف طبقات وغیرہ کی درجہ بندی کی جاسکتی ہے اور اس کے علاوہ کسی بھی سماج کے اندر سماجی رویوں کی پیش گوئی بھی کلچر کا فریضہ ہے۔ در حقیقت ہر سوسائٹی کا ایک الگ کلچر ہوتا ہے۔ اگرچہ سوسائٹی لوگوں پر مشتمل ہوتی ہے لیکن وہ انسانوں کے ایک جماعت سے زیادہ حیثیت رکھتی ہے اور اس جماعت یا جموم کے افراد کے عمومی رویے ہی اس کا سماج یا کلچر کہلاتے ہیں۔

اس حوالے سے پروفیسر کار حسین لکھتے ہیں:

”کلچر کے لیے ضروری ہے کہ زندگی میں یقین و نظر، فخر و سرور، اتنے اور اٹھان کی خصوصیات معاشرے میں موجود ہوں جس طرح کسی نظم میں معنی اور اظہار کو علاحدہ نہیں کیا جاسکتا ہے۔ فن، فلسفہ اور ادب ایک فرد واحد کے شاہ کار بھی ہوتے ہیں، لیکن وہ اس معاشرے کی بھی پیداوار ہوتے ہیں جس کا ایک حصہ وہ فرد ہے اور کلچر کے لحاظ سے یہی دوسرا پہلو اہم ہے۔ یہ شاہ کار کلچر کا اظہار بھی ہوتے ہیں اور کلچر کو پیدا بھی کرتے ہیں۔ کوئی نظم، عمارت، گانا بالذات کلچر نہیں ہے بلکہ کلچر کے لحاظ سے اہم بات یہ ہے کہ معاشرے

میں اس کا کیا مقام ہے۔ معاشرے نے اس کو کس حد تک پیدا کیا؟ اور معاشرے کا اس کے متعلق کیا رد عمل ہے؟ دیہاتی ناج کا، قوالی کا، بھجن کا، قرأت کا، ناج گانے کی ہر قسم کا ایک مخصوص ماحول ہوتا ہے جس سے وہ پیدا ہوتے ہیں اور کچھ آداب و شرائط ہوتے ہیں جن میں ان کا اظہار ہے۔ افسروں اور کلرکوں اور نو ولیتوں کے سامنے مصری قرأت اور لڑی ناج اور قوالی اور ٹھہری اور بھنگناج پیش کر کے اس کو 'کلچرل شو' کا نام دینا کلچر کا منہ چڑانا ہے۔^(۹)

کلچر سے روایات، معاشرہ، اجتماعی زندگی، افکار، عقائد، نظریات، ادب اور فنون لطیفہ کا نہایت گہرا تعلق ہے۔ معاشرے اپنے ماضی کی روایات کی طرف رجوع کرتے ہیں اور اس تسلسل کو انسلاک تہذیب کہا جاتا ہے۔

ایک ہی خطے یا علاقے کے اندر مختلف عقائد، نظریات، روایات، اقدار اور پیشوں سے متعلق لوگ آباد ہوتے ہیں۔ وہ اپنے عقائد، روایات، اقدار اور فنون لطیفہ وغیرہ جن سے ان کی فکری وابستگی ہوتی ہے۔ نسل در نسل اپنے ہی خاندان یا قبیلے کے افراد میں منتقل کرتے ہیں۔ ان تمام عناصر و عوامل کا تعلق مختلف خطوں یا علاقوں کے کلچر سے ہوتا ہے۔

پاکستانی کلچر دراصل اس ذہن و فکر کا کلچر ہے جو ۱۹۷۷ء کے بعد ایک نظریاتی اور جغرافیائی اکائی کے طور پر دنیا کے نقش پر ایک آزاد و خود مختاری ریاست کے طور پر ابھرا۔ پاکستانی ناقیدین نے تاریخی، سیاسی اور معاشری عوامل کا محاکمہ کیا جن سے پوری دنیا کا فکری و سماجی منظر نامہ بدلتا ہوا آج ابتداء میں پاکستانی سماج بے سنتی، تضاد اور تہذیبی بحران کا شکار تھا۔ یہ تہذیبی بحران کی کیفیت ۱۹۷۷ء تک محسوس ہوتی رہی۔

اس وقت کے معاشرے کا کلچر اس معاشرتی، سیاسی، تہذیبی زندگی کی نمائندگی کر رہا تھا۔ یہی وجہ ہے کہ قیام پاکستان کے بعد کا پاکستانی کلچر مسلسل تشكیل و تعمیر کے عمل سے گزرتا ہوا آج کے مقام تک پہنچا ہے۔

کسی بھی طبقے، کلاس یا گروہ کا کلچر در حقیقت اس طبقے، گروہ یا کلاس کی سوسائٹی کے کلچر پر منحصر ہوتا ہے۔ کلچر کسی سوسائٹی یا سماج کی مجموعی ذہنی و فکری حالت کا انعکاس ہوتا ہے۔

درحقیقت کلچر کوئی ایسی قوت یا طاقت نہیں ہوتی جو معاشرے کی مجموعی حالت کو آنا فاماً تبدیل کر دے۔ کلچر کے اجزاء ترکیبی معاشرے ہی کے رجحانات و میلانات اور ذہن و فکر پر مشتمل ہوتے ہیں۔ اس کے اجزاء ترکیبی میں آمیزش اور ربط و تعامل کا سلسلہ بھی جاری رہتا ہے۔ یہ بات واضح ہے کہ کلچر کے پیچے صدیوں اور زمانوں کی معاشرتی زندگی کا فرمہ ہوتی ہے۔

قیام پاکستان کے ساتھ کوئی نئی زبان تو بن نہیں رہی تھی بلکہ وہ مہاجرین جو ہندوستان سے بھرت کر کے پاکستان کے مختلف علاقوں یا صوبوں میں آباد ہوئے وہ اپنی زبان رسم الخط کو ساتھ ہی لائے تھے۔ اپنا صدیوں پر اتنا کلچر کامل طور پر پیچھے نہیں چھوڑ آئے تھے وہ ان کے ہمراہ تھا۔ ناہیں قیام پاکستان کے بعد مقامی لوگوں اور مہاجرین کے تال میل اور اختلاط و ارتباط اور لین دین کے عمل سے دو چار دنوں میں یادوں میں برسوں میں پاکستانی کلچر متباشکل ہو جانا تھا۔ کلچر کی تشکیل و تعمیر کا عمل بھی زبانوں کی تشکیل و تعمیر ہی کی طرح کا ہے، زبانوں کی تشکیل و تعمیر کلچر کرتا ہے مگر یہ عمل صدیوں بلکہ زمانوں پر محیط ہوتا ہے پھر جا کر زبان بنتی ہے، اس کا رسم الخط وجود میں آتا ہے تب کہیں شعر و ادب کی تخلیق کا مرحلہ آتا ہے۔ ایسا کبھی نہیں ہوتا کہ ادھر ملک ڈیا کے نقش پر ظہور میں آیا ادھر اس کا کلچر اس کی نمائندگی کرنے لگا، کلچر کے پیچے زمان و مکاں کے کئی موڑ کئی صدیاں کار فرمہ ہوتی ہیں۔

اس حوالے سے ڈاکٹر نبیل احمد نبیل صاحب لکھتے ہیں:

”اردو زبان ہی پاکستانی کلچر کی شناخت کا اہم ترین ذریعہ ہے۔ یہی وہ پاکستانی کلچر ہے جس کے نمائندہ شعر اجو پاکستانی کلچر کی نمائندگی کرتے ہیں۔ ان میں اقبال سے لے کر فیض تک سمجھی شامل ہیں۔“^(۱۰)

کلچر کسی بھی قوم، ملک یا علاقے کی تاریخ میں تاریخی حیثیت رکھتا ہے اور کسی بھی قوم کا اگر اپنے مااضی اور تاریخ سے رشتہ منقطع ہو جائے تو وہ کنگال ہو جاتی ہے۔ تاریخی ثقافتی درشت جسے زبان شعر و ادب اور آرٹ سے تعبیر کیا جاتا ہے، اس سے محروم ہو جانا اپنے کلچر اور اس کی مستحکم روایت سے محروم ہو جانا ہے۔ اس طرح فکری سطح پر ایک قوم خالی الذہن ہو جاتی ہے۔ جغرافیہ کے ساتھ جو نہایت اہم عضر ہے، وہ ملی طرز احساس ہے۔ یہی وہ طرز احساس ہے جو پاکستانی سوسائٹی میں کلچر کے رشتہ کو مااضی کے ساتھ استوار کر کے حال سے ملاتا ہے۔ یہ طرز احساس حقیقت میں کلچر ہی پیدا کرتا ہے اور کلچر ایک فریضہ یہ بھی ادا کرتا ہے کہ پوری قوم کو معاشرتی سطح پر ایک وحدت میں سوتے ہوئے ملی یگانگت کا احساس پیدا کرے۔ ملی آورش میں یک جہتی عمل کا فروغ کلچر کا

فریضہ ہے اور اس عمل میں قومی زبان وہ واحد و سیلہ ہے جو علاقائی شفافتوں کو ملی شفافت یا قومی شفافت کے دھارے میں لا کر موتیوں کی لڑی کی طرح پروردیتی ہے چنانچہ اردو زبان ماضی کے رشتہوں کا تعلق حال کے رشتہوں سے جوڑنے کا واحد ذریعہ ہے۔ یہی وہ زبان ہے جو پاکستانی کلچر میں ایک نامیاتی رشتہ استوار کرتی ہے اور قوم کو ایک نامیاتی طرز احساس کا حامل بنا کر ایک معاشرے کے کلچر کی تشكیل و تعمیر میں اپنا بنیادی و مرکزی کردار ادا کرتی ہے۔ اردو زبان، شعر و ادب کی عظیم روایت و کلچر کا وہ تسلسل ہے جس نے ماضی اور تاریخ کو حال سے ملا کر پاکستانی کلچر کے تشخیص کو ایک لڑی میں موتیوں کی مالا کی طرح پرور کھا ہے۔ بلاشبہ اردو زبان اور اردو شعر و ادب کی تاریخ اتنی قدیم ہے کہ اس کی جگہ دوسری زبان نہیں لے سکتی اس کے ساتھ ساتھ اردو زبان میں وہ اوصاف اور خصوصیات پائی جاتی ہیں جن کی بدولت یہ پاکستان کی علاقائی شفافتوں کو مرکزی دھارے میں شامل کرنے کا سلیقہ اور تربیۃ رکھتی ہے۔ زبان، تمدن اور طرز احساس کے مشترک راوی یہ علاقائی یا مقامی کلچر، ملی کلچر کی شکل اختیار کر لیتے ہیں یوں کلچر کا تعلق تاریخ اور ماضی سے قائم رہتا ہے اور یہی وہ تعلق ہے جو ایک کلچر کے تسلسل عمل کو معاشرتی سطح پر زندہ رکھنے کی قوت عطا کرتا ہے۔

اسی حوالے سے ڈاکٹر گوپی چند نارنگ لکھتے ہیں:

”ہر قوم، ہر کمیونٹی کی تہذیب اس کی زبان میں گھدی رہتی ہے۔ اگر میں غلط ہوں تو وہ دونوں روایتیں جو میں نے میر قی اور میر انیس کے حوالے سے عرض کیں وہ دونوں بھی غلط قرار پائیں گی، تو ہم اردو بولنے والے خواہ ہندوستان میں ہوں، خواہ پاکستان میں، ہماری تہذیب، ہماری قدریں، ہماری محبت کے طور طریقے، ہمارا عشق کا تصور، عزت کا تصور، عفت کا تصور، حیا کا تصور، عدل کا تصور، حق کا تصور، قادر مطلق کا تصور، انصاف کا تصور ایک ہے۔ یہ مصرع ابھی پڑھا گیا، مباش در پے آزار ہرچہ خواہی کن۔ میر نے ایک جگہ کہا ہے کہ جج اکبر یہی ہے کہ انسان دوسرے کا دل جیت لے۔ یہ سب تہذیبی تصورات زبان سے آتے ہیں۔ ہندوستان اور پاکستان میں اردو بولنے والوں کے تہذیبی تصورات دوسری تمام علاقائی زبانوں کو ملا کر اردو کے ہیں۔ ”اردو کی نئی بستیاں“، گوپی چند نارنگ، ساہتیہ اکادمی، نئی دہلی، نئی دہلی، ۲۰۰۶ء ص: ۲۶ کچھ تصورات ایسے ہیں جو بنیادی طور پر مذہب سے ماخوذ ہیں یا مذہب اسلام کی دین ہیں یعنی حیا اور عدل کا تصور، عشق اور محبت کا تصور اردو

شاعری کی دین ہے۔ اس تصور کے پیش نظر میں پوری ثقافتی روایت جو اردو شعرا کی شاعری کی عطا ہے، اس سے کسی بھی صورت مفرمکن نہیں۔ اس کے پیچھے پوری فارسی شاعری کی تاریخ اور ثقافت کا فرمارہی ہے۔ اس خطے میں جو فارسی زبان کا چلن آٹھ سو برس تک رہا ہے۔ اردو میں فارسی زبان کی اصناف نے بھی راہ پایا، اسے اقوام کے درمیان ثقافتی اور تمدنی لین دین سے تعبیر کیا جا سکتا ہے۔ اس خطے کی سرکاری، دفتری اور اشرافیہ کی زبان فارسی رہی، اس کے اثرات طویل عرصے پر محیط ہیں۔ آخر کار اس خطے کی عظیم زبان جو اس خطے کے کلچر کی علم بردار ہے، اس زبان نے فارسی کی جگہ لے لی۔ غیر ملکی زبانوں کو نظریہ ضرورت کے تحت سیکھا جاتا ہے، یہ احسن عمل ہے لیکن قوموں کی پہچان ان کی اپنی زبان سے ہوتی ہے جو اقوام کی ثقافتوں کی زبان ہوا کرتی ہے۔ آپ کی تہذیبی ضرورت، آپ کی جذباتی ضرورت، آپ کی موسيقی کی ضرورت، آپ کی ثقافت کی ضرورت فرانسیسی سے یا جرمن سے یادیت سے یادگیری سے یا انگریزی سے پوری نہیں ہو گی۔ غیر ملکی زبان پر آپ کو قدرت ہونا ہی چاہئے۔ اگر آپ اپنے والوں رہنے کا جواز فراہم کرنا چاہئے ہیں، لیکن آپ کے گھر کی زبان، آپ کی تہذیب کی زبان، آپ کی آئندہ نسلوں کی تہذیب کی زبان، آپ کے تہذیبی شخص کی زبان اردو ہی ہو گی۔”⁽¹¹⁾

زبان کلچر کے اجزاء ترکیبی میں اہم ترین عصر ہے۔ اس طرح تمام ثقافتی سرگرمیوں کا اظہار زبان سے ہوتا ہے۔ ہر کلچر میں لسانی مفہوم کی تشكیل زبان و بیان کے متحرک نظام کی بدولت ممکن ہوتی ہے۔ ہر کلچر میں معنی، نشانات اور علامات کا اپنا تجربیدی نظام ہوتا ہے جو صدیوں کی معاشرتی زندگی کے ارتقائی عمل سے پیدا ہوتا ہے۔ کلچر اور زبان ایک دوسرے کے ساتھ مضبوط و مربوط رشتہ میں جڑے ہوتے ہیں۔ یہ رشتہ اس قدر گھرا ہوتا ہے کہ ہم انہیں جدا نہیں کر سکتے ان دونوں کو جدا کیا جائے تو ان دونوں کی شاخت خطرے میں پڑ جاتی ہے۔ زبان انسان کی روزمرہ ضروریات سے لے کر حیال آفرینی و شعوری والا شعوری، علمی و ادبی معاملات و خیالات کی ترسیل کا ذریعہ ہے۔ زبان ہی قدیم ترین آلہ اظہار ہے جو غار کے انسان سے لے کر جدید انسان تک ایک تسلسل کے ساتھ نسل انسانی کے ارتقاء کے ساتھ ساتھ زمانی و مکانی تغیر و تبدل کا ایمن ہے۔ انسان اور زبان کا تعلق چولی دامن، یا جسم و روح کے تعلق کا سا ہے جس میں ایک کے بغیر دوسرا دھورا اور لا یعنی ہے۔ کسی بھی

معاشرے میں قومیت، ثقافت، تہذیب یا کلچر میں زمانی و مکانی وحدتیں، رسمیات اور نظریات کی ترسیل و اظہار کے لیے زبان کلیدی کردار ادا کرتی ہے۔ اگر ہم یہ خیال کریں کہ زبان محض ایک ذریعہ یا وسیلہ ہے۔ مانی الفنیر کے اظہار کا اور اس کے سماجی روابط، معاشرتی اقدار، مذہب، نظریات کا یا شعور انسانی کے ارتقاء سے اس کا کوئی واسطہ نہیں تو ہم ارتقا و برقا انسانی کے بنیادی نظریات سے یکسر ناپدید ہیں۔

درحققت زبان ہی وہ ذریعہ ہے جو حیوانات اور اشرف الحلوقات میں باعث تمیز ہے۔ شعور کی وہ سطح جہاں سے تاریخی حقائق کے سوتے پھوٹتے ہیں زبان ہی کی مر ہون منت ہیں۔

زبان کے وسط سے بشر نے انسان اور انسان سے جدید آدمی تک کا سفر طے کیا۔ لہذا زبان جب لاشعور سے شعور کا سفر طے کرتی ہے۔ تو فنون لطیفہ کاروپ دھار لیتی ہے جن میں تحریر، تقریر، شاعری اور مصوری سر فہرست ہے۔ خیال کی ارفع ترین سطح کا لیکن ادب اور لافانی ادب پاروں کی تخلیق کا باعث بنتی ہے۔ یہی ادب معاشرے کی تخلیقی اساس ہے۔ انسان جب تہذیب کی منزلیں طے کر رہا تھا تو اشارات کی بدولت ابلاغ کی اس سطح تک پہنچا جہاں نفیاں، جذباتی اور معاشرتی تعلقات کے فروع کے لئے اسے کسی واسطے کی ضرورت تھی۔ یہی ضرورت اسے رسم الخط کی تخلیق تک لے آئی۔ جس طرح گوشت سے ناخن جدا نہیں ہو سکتا یا پانی ظرف کے بغیر اپنا وجود کھو دیتا ہے۔ اسی طرح تہذیب ثقافت اور کلچر بھی اپنی شناخت کے لیے زبان کے محتاج ہیں۔ زبان وہ حاشیہ ہے جس کے بغیر اصل عبارت کی تفہیم ناممکن ہے۔ قوموں کی ترقی اور معاشروں کے عروج و زوال میں زبان ریڑھ کی ہڈی کی حیثیت رکھتی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ تہذیبوں کی دریافت و شناخت کے عمل میں زبان کو اہم تر مظہر قرار دیا جاتا ہے۔

اس حوالے سے سید سبط حسن لکھتے ہیں:

”زبان انسان کی سب سے عظیم الشان سماجی تخلیق ہے۔ اس کے ذریعے سے انسان اپنے تجربات، خیالات اور احساس کو دوسروں تک پہنچاتا ہے اور چیزوں کا رشتہ زمان و مکان سے جوڑتا ہے یعنی وہ دوسروں سے ماضی، حال، مستقبل اور دور و نزدیک کے بارے میں گفتگو کر سکتا ہے اور اس طرح آنے والی نسلوں کے لیے تہذیب کا نہایت بیش قیمت اثاثہ چھوڑ جاتا ہے۔“^(۱۲)

زبان انسانوں میں سماجی سطح پر وحدت پیدا کرنے کا مل جل کر کام کرنے کا اور ایک دوسرے کو جانے کا، اور شفافیتی ماضی کو منتقل کرنے کا بہت بڑا ذریعہ ہے۔ زبان فی الاصل ماضی کے لٹریچر کو حال سے اور حال کے ادب اور دیگر فنون کو مستقبل سے جوڑنے کا واحد ذریعہ ہے۔ انسان سماجی زندگی میں زبان ہی کے ذریعے اپنے تجربات اور نظریات اور تصورات میں دوسرے انسانوں کو شریک کرتا ہے۔ زبان واحد ذریعہ ہے جس کے توسط سے سماجی زندگی میں انسان اپنے دکھ درد ایک دوسرے سے سماجھے کرتا ہے۔ انسان اپنے وجود کی بقا کے لیے سماج میں کلچر کو پیدا کرتے ہیں اور یا گفت اور وحدت کا عظیم مظاہرہ عمل میں لاتے ہیں۔ زبان میں مہذب لکھاوٹ کا نظام نہایت اہمیت کا حامل ہے، رسم الخط کے نظام سے ہی ایک عہد کے انسان اپنے ما قبل کے انسانوں کی عظیم ایجادات اور تخلیقات اور ان کے سماجی زندگی کے تجربات، فن تعمیر اور دیگر فنون سے مستفید ہو پاتے ہیں۔

یہ تمام تعبیرات اس حقیقت پر اصرار کرتی ہیں کہ دُنیا کی کوئی تہذیب اور کلچر، زبان کے بنیادی اور اساسی تصورات سے باہمی روابط قائم کیے بغیر پروان نہیں چڑھ سکتے۔

According to American writer, activist, and feminist Rita Mae Brown:

"Language is the roadmap of a culture. It tells you where its people come from and where they are going."

(Rita Mae Brown)^(۱۲)

According to America linguist, philosopher, cognitive scientist, historian, social critic, and political activist Avram Noam Chomsky:

"A language is not just words. It's a culture, a tradition, a unification of community, a whole history that creates what a community is. It's all embodied in a language."

(Avram Noam Chomsky)^(۱۳)

According to Afro_Caribbean psychiatrist, philosopher, sociologist and post_colonial writer Frantz Omar Fanon:

"I ascribe a basic importance to the phenomenon of language.

To speak means to be in a position to use a certain syntax, to grasp the morphology of this or that language, but it means above all to assume a culture, to support the weight of a civilization."

(Frantz Omar Fanon)^(۱۵)

According to Soviet psychologist, founder of cultural_historical psychology Lev Semyonovich Vygotsky:
"Language and culture are the frameworks through which humans experience, communicate and understand reality."

(Lev Semyonovich Vygotsky)^(۱۶)

ہم کہہ سکتے ہیں کہ ثقافتی و تہذیبی شناخت اور تاریخیت کا اظہار زبان ہی کے ذریعے سے ممکن ہے لہذا پاکستانی معاشرے میں اردو زبان کا تعلق پاکستانی کلچر اور تہذیب کی شناخت کی اساس ہے۔ اردو زبان کی پاکستانی کلچر سے وابستگی یا ثقافتی تشكیل کے سفر میں سگ میل کی سی حیثیت مسلسلہ ہے۔ کیونکہ دو قومی نظریے کی وہ اساس جو تشكیل پاکستان کی وجہ بی سر سید کا اردو ہندی تنازع کے موقع پر دیا گیا بیان کہ "اب دونوں قوموں کا اکٹھے چلانا ممکن نہیں"، زبان کی بنیاد پر تفریقی شناخت کی قبولیت کا اظہار ہے یہی اردو زبان قیام پاکستان کے بعد پاکستانی ادب اور پاکستانی کلچر کی تشكیل و بازیافت کے عمل میں پیش پیش نظر آتی ہے۔

قیام پاکستان کے وقت جہاں مدد ہی بنا پر دو قومی نظریہ ہندو مسلمان تفریق اور نظریاتی تصادم کا وجود تسمیہ ہے وہیں قوم پرستی، جدیدیت، ترقی پسندی اور مذہبیت کی ضروریات بھی میدان عمل میں کار فرمائیں۔ مسلمانوں کا نظریاتی، معاشرتی، معاشی، تہذیبی اور ثقافتی معیشت سے الگ قوم ہونے کا تصور اپنی تاریخ، تہذیب، تمدن، زبان، ادب، کلچر اور سماجیات کی سطح پر الگ شناخت کا مقاضی تھا۔ یہی نظریہ ہزار سالہ

مسلم حکومت کے اختتام پر ۱۸۵ء کی جنگ آزادی، مجدد الف ثانی، سریں تحریک اور پھر آل انڈیا مسلم لیگ کے قیام کا سبب بنا۔ یہ قوی شعور ۱۹۴۷ء میں اس مذہبی معاشرتی، تہذیبی و ملی وحدت کو پاکستان کی شکل میں منصہ شہود پر لے آیا۔ اقبال اور دیگر اکابرین نے مسلمانوں کے اسی قوی شعور کو مہیز بخشی۔ یہی وجہ ہے کہ پاکستان کے ابتدائی برسوں میں زندگی کے تمام شعبوں میں اسلامی اقدار کی ترویج کی خواہش اور شعوری کوشش پوری شدت سے نمایاں ہے۔

پاکستانی اور اسلامی ادب کی تحریکیں اسی سلسلے کی ایک کڑی ہیں۔ ہر چند کہ ترقی پسند تحریک کا رد عمل بھی ہیں لیکن ان کے توسط سے فکری اور شعوری سطح پر نئے ادبی رجحانات کی تشكیل بھی ممکن ہوئی۔

قیام پاکستان کے بعد اردو تنقید ایک ایسی شکل اختیار کر چکی تھی کہ اس میں مشرق و مغرب کے اکثر تنقیدی رویے موجود تھے۔ یہی نہیں بلکہ اردو میں مختلف تنقیدی ذیستان بھی واضح ہوئے جن کی الگ الگ شاخت ممکن ہوئی۔ اس لیے قیام پاکستان کے بعد پاکستانی کلچر، نظریہ حیات اور مزاج کے حوالے سے نیا ادبی و تنقیدی منظرنامہ سامنے آیا، جس سے اردو تنقید کے مزان میں کئی بنیادی مباحث اور تبدیلیاں و قوی پذیر ہوئیں۔ یہی وجہ ہے کہ پاکستان کی تخلیق کے بعد ہماری تنقید میں نظریاتی تصادم کا زمانہ تھا لہذا اسیست کی طرح ادب میں بھی دو گروہ پیدا ہوئے جنہوں نے اپنے اندراز سے کلچر کی وضاحت کرنے کی کوشش کی ایک مکتبہ فکر نظریہ پاکستان اور مذہبی اقدار کی بنیاد پر پیدا ہونے والی بحث کو پاکستانی کلچر قرار دیتا تھا۔ عسکری صاحب، ڈاکٹر آفتاب احمد، قدرت اللہ شہاب، سید عابد حسین، انتظام حسین، سلیم احمد، پروفیسر متاز حسین، مظفر علی سید، شیم احمد، ڈاکٹر جمیل جالی، محمد صدر میر، نظیر صدیقی، ڈاکٹر سلیم اختر، محمد ہادی حسین، سجاد باقرضوی اور پروفیسر کار حسین وغیرہ اسی سلسلے کی کڑیاں ہیں۔

دوسری مکتبہ فکر جو پاکستانی کلچر کی بنیاد اسی دھرتی میں دیکھتا تھا اس کے نزدیک وادی سندھ کی قدیم تہذیب پاکستانی کلچر کی بنیاد بنتی ہے۔ اس زمانے میں فیض احمد فیض، جیلانی کامران، سید سبط حسن، سید محمد تقی، شیخ محمد اکرم، ڈاکٹر محمد علی صدیقی، ڈاکٹر وزیر آغا، فتح محمد ملک، ڈاکٹر عبادت بریلوی، ڈاکٹر فرمان فتح پوری، ڈاکٹر محمد حسن دانی، ڈاکٹر سید عبد اللہ وغیرہ نے اپنا اپنا نقطہ نظر اور دلائل پیش کئے۔ کلچر سے متعلق مباحثت کے ضمن میں کلچر، تہذیب و ثقافت، زبان، عقائد، روایات، تاریخی شعور اردو تنقید میں یہ مباحثت زیادہ تر کلچر، تہذیب، ثقافت

اور تمدن، کی اصطلاحات کے تحت ملتے ہیں۔ اور بعض اوقات یہی مباحثت قوم، قومی یک جہتی، معاشرتی خدوخال، ملکی سالمیت، پاکستانیت، قومیت شخص، ادب و معاشرہ، اصلاح معاشرہ، نظام حکومت، زبان، عقائد، روایات، علاقائی تہذیب، فنون لطیفہ، لوک ورثہ، اساطیر تاریخی شعور، پاکستانی ادب اور اسلامی ادب کے تحت آنے والی بحثوں کے ضمن میں پاکستانی کلچر سے ملنے لگتے ہیں۔

تقسیم ہند کے بعد معاصر اردو تقدیم میں دو مکاتب فکر نمایاں تھے۔ ترقی پسند اور جدیدیت پسند ترقی پسند تقدیم نگار اپنے افکار و نظریات کی بدولت ایک متعین شناخت رکھتے تھے جبکہ جدید تقدیم نگار حلقہ ارباب ذوق کے زیر اثر و سیع تر امکانات کے ساتھ معرکہ آرا تھے ان کے ہاں مختلف تقدیمی تحریفات کا رجحان رائج تھا۔ ابتداء میں جمالیات اور نفسیاتی نقطہ نظر ان کی شناخت بنے۔ لیکن گزرتے وقت کے ساتھ ساتھ لسانی تصورات نے جدید تقدیم نگاروں کے فن پاروں میں اپنی حیثیت منوایی۔ جدید تقدیم نگاروں میں ڈاکٹر سہیل احمد خان، ڈاکٹر انیس ناگ، ڈاکٹر خواجہ محمد زکریا، ڈاکٹر روبینہ شاہین، ڈاکٹر معین الدین عقیل، ڈاکٹر تبسم کاشمیری، ڈاکٹر تحسین فراتی، ڈاکٹر انوار احمد، ڈاکٹر سعادت سعید، ڈاکٹر زاہد منیر عامر، ڈاکٹر محمد کامران، ڈاکٹر ضیاء الحسن، ڈاکٹر عزیز ابن الحسن، ڈاکٹر روف پارکیہ، ڈاکٹر عابد سیال، ڈاکٹر ریاض قادری، ڈاکٹر نبیل احمد نبیل قابل ذکر ہیں۔ اس کے ساتھ ہی ساتھ قیام پاکستان کے تناظر میں تقسیم کے زیر اثر و بود میں آنے والے ادبی رجحان اور تخلیق کے جانے والے ادبی نظریات نے پاکستانی زبان و ادب کو ایک نئی جہت سے روشناس کروایا۔ یہی وہ چوراہا تھا جس نے ترقی پسند ادب، جدیدیت کے حامی نظریات کے ساتھ ساتھ پاکستان و ہندوستان کے متصاد ثاقفی و تہذیبی رجحانات کو ایک دوسرے سے الگ کیا۔ رجحان سازی کے اس عمل میں اردو تقدیم نے اولین ادبی و تہذیبی تفاوت کو جنم دیا اور واضح طور پر یہ ایک لاذہب اور دوسری جانب مذہبی نظریے کی بنیاد بنتی۔ سیکور نظریات کے حامل افراد کے ہاں پاکستانی تہذیب کے روابط جغرافیائی کلچر کی حدود سے نکلتے تھے۔ ان کے نزدیک بلا انتیاز مذہب زبان کلچر و نظریات ہر وہ چیز پاکستانی کلچر کی نمائندہ تھی جو سرحد کے اس پار لسپیلا کے ساحل سے لے کر کیر تھر کی پہاڑیوں سے ہوتی ہوئی سندھور یا کے اطراف میں موجود تھی۔ خواہ وہ ہزاروں سال پرانی مشرک تہذیب وادی سندھ یا ہڑپ کی تہذیب ہو یا مونہجود اڑو اور گندھارا آرٹ کے نام پر دریافت ہونے والے نوادرات ہوں۔ اس رجحان کے نمائندہ ناقدرین میں فیض احمد فیض، ڈاکٹر وزیر آغا، سید سبط حسن، یحییٰ امجد وغیرہ شامل ہیں۔ رد عمل کے طور پر دوسرے نظریاتی رجحان جسے بجا طور پر مذہبی خطوط پر استوار کیا گیا تھا نے اسلامی کلچر اور تہذیبی شناخت کا علم بلند کیا۔ جو ۱۲۷ء میں محمد بن قاسم

کے بر صیر میں ورود کے بعد تشكیل پانے والے اسلامی کلچر کے ابتدائی خطوط سے لے کر لمحہ موجود تک اسلامی تہذیبی کلچر کے داعی تھے۔ یاد رہے کہ یہ نظریہ قیام پاکستان کے بعد نہیں ڈھالا گیا بلکہ اس کی تشكیل، بہت پہلے ۱۸۶۷ء کے اردو ہندی تنازعے کی صورت میں ہو چکی تھی۔ یہ بات ہمارے لئے خارج از امکان نہیں ہے کہ قوموں کی تاریخ میں اپنے فتحیں تہذیبی روایات، مذہبی رسومات اور روزمرہ کے کلچر کی شاخت تاریخی تسلسل اور تمدنی روایات کے ذریعے ہی کی جاتی ہے۔ یہ چیز اظہر من الشس ہے کہ ایک قوم کے ہیر و دوسرا قوم کے لیے ولن کا درجہ ہی رکھ سکتے ہیں۔ ایسا ہرگز ممکن نہیں کہ آپ تاریخی شواہد کے ساتھ ساتھ مذہبی نظریات کو بالکل پس پشت ڈال دیں۔ یہی بنیادی تفریق پاکستانی اردو تقید اور پاکستانی کلچر کے دو مقابلہ مکاتب فکر میں وجہ نزاع ہے۔

مئے ملک کے قیام کے بعد فطری طور پر نوزائدہ مملکت کی جذباتی، نظریاتی، اعتقاداتی، تمدنی اور تہذیبی شاخت کا سوال پیدا ہونا ایک فطری عمل تھا۔ لہذا پاکستانی کلچر کی دریافت، شاخت اور تشكیل نو کا بیڑا ہر دو مقابلہ فکر نے اٹھایا یہاں تک کہ لمحہ موجود تک یہ ایک نقطہ نظر پر متفق نہیں ہو پائے۔ کلچر کا یہ ڈسکورس محمد حسن عسکری کے ہاں مسلمان تہذیب اور مسلم کلچر کے ثابت کے ساتھ ساتھ وادی سندھ اور دیگر قدیم غیر مسلم تہذیبوں سے اختلاف کی صورت میں ظاہر ہوا۔

چنانچہ پاکستانی یا اسلامی کلچر کی دریافت کا عمل نئی تاریخی و سیاسی صورت حال میں ”فطری، نظر آتا ہے۔ اس دریافت نے اپنے نام لیواں میں غیر معمولی نظریاتی و اعتقاداتی جوش بھر دیا۔ جس پر نوآبادیاتی عہد کی فرقہ وارانہ سیاست نے حق بجانب ہونے کی مہربت کر دی۔ اس پر جوش دریافت نے اردو تقید میں ٹھیک اس مقام پر استیحثیج جانے کا فیصلہ کیا جہاں ترقی پسند اور جدید تقید نے پہلے سے اپنے قدم جمار کھے تھے۔ خیال رہے کہ ترقی پسند اور جدید تقید میں لاکھ اختلافات ہوں، ایک بنیادی کلتے کے سلسلے میں دونوں متفق تھیں کہ تخلیقی تجربہ، انسان کے مادی احوال سے تشكیل پاتا ہے۔ مادی احوال کی تشریح اور درجہ بندی کے ضمن میں بلاشبہ بنیادی اختلافات تھے، جن کی وجہ سے یہ دونوں ایک دوسرے کی حریف ہیں مگر اپنے تصور کائنات کے مادی و سماجی ہونے کے ضمن میں متفق تھیں۔ یہ محض اتفاق نہیں کہ پاکستانی کلچر کے لامذہ ہی تصور کے ضمن میں بھی ترقی پسند اور جدیدیت پسند مکتبہ فکر میں اتحاد فکر تھا۔ مثلاً ممتاز حسین، فیض احمد فیض، سید سبط حسن اور احمد ندیم قاسمی ترقی پسند تھے، جب کہ ڈاکٹر وزیر آغا جدیدیت پسند تھے۔ دوسری طرف پاکستانی کلچر کی دریافت کا نظریہ، تخلیقی تجربے

کو واضح مذہبی نظریات سے وابستہ کرتا ہے اور مادی احوال کو ایک ماورائی ڈنیا کے ایک آبی جیولے سے زیادہ اہمیت نہیں دیتا۔

ترقی پسند مفکر اور فقاد سید سبیط حسن پاکستانی کلچر کا آغاز ان تہذیبوں سے جوڑتے ہیں جو ہزاروں برس پرانی ہیں۔ اس حوالے سے انہوں نے لکھا ہے:

”پاکستان ۱۱۲ء کو وجود میں آیا۔ اب سوال یہ ہے کہ کیا پاکستانی تہذیب کا ظہور بھی اسی دن ہوا اور کیا خطے کے باشندے جواب پاکستان کھلاتا ہے ۱۱۲ء سے پیشتر تہذیب سے نآشنا تھے۔ ظاہر ہے کہ ہر ذی ہوش ان سوالوں کا جواب نئی میں دے گا در حقیقت پاکستان کی تہذیب اتنی ہی پرانی ہے جتنے اس کے باشندے۔“^(۱۷)

پاکستانی کلچر کی تشكیل میں جن اسباب کو گنا جاسکتا ہے ان میں اولین کنٹہ تو غرافیٰ اور روایتی تاریخ کا حال سے انسلاک ہے جبکہ دوسرا قابل قدر اضافہ اسلام کے نظام حیات اور اس کے تمدنی و آفاتی نظریات کو اپنے کلچر میں فروغ دیتے ہوئے اپنی روایتی القدار کو دین اسلام سے ہم آہنگ کرنا ہے۔ تیسرا اور اہم ذریعہ معاشری اقتصادی اور سیاسی نظام کو مقامی رسوم و روانج کے ساتھ ساتھ عالمگیر نظریات کے مروجہ نظام کی پیروی کرتے ہوئے اخلاقی مذہبی اور دنیاوی محاڈ پر سدھارنا ہے کیونکہ کلچر کوئی کاک ٹیل نہیں ہے جس میں آپ اپنی پسند کے تمام مشروبات شامل کر کے اپنی مرضی کا ذائقہ حاصل کر لیتے ہیں بلکہ یہ قوموں اور معاشروں کے ماضی حال اور مستقبل کا آئینہ دار ہوتا ہے اور کلچر کی بنیاد پر ہی قوموں میں ناصرف زبان و ادب فروغ پاتے ہیں بلکہ فنون لطیفہ کے ساتھ ساتھ دیگر اسبابِ حیات کا دار و مدار بھی کلچر کی چیختگی اور پائیداری پر ہوتا ہے اسی سبب سے ادب و تنقید میں کلچر اور زبان کے مباحث موضع بحث بنائے جاتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ کلچر اور زبان، ادب و تنقید میں موضوع بحث بنے۔

ان مباحث سے پاکستان میں نہ صرف اردو زبان و ادب کا فروغ ہوا بلکہ اس نے آزادانہ طور پر اپنا ایک ایسا پاکستانی مراج بنایا جس میں مذہب، تاریخ، جدید فکری روحانات، علاقائی و قومی ثقافتیں، ہند اسلامی تہذیب کی علامتیں، پاکستان کے قدیم ثقافتی مظاہر سبھی کچھ شامل ہیں۔

حوالہ جات

- ۱- Raymond William, Keywords, London: Croom Helm Ltd, 1976, P 77-83
- ۲- Eliot.TS. (1988) Notes Toward the definition of Culture London: Faber and faber, P.13
- ۳- نبیل احمد نبیل، ڈاکٹر مشمولہ اردو زبان و ادب میں تہذیب و ثقافت کے مباحث (۲۰۱۸ء) معیار، اسلام آباد کلیئہ زبان و ادب، ص ۱۸۶
- ۴- Culture (2005) in Oxford Advanced Learners Dictionary (7th ed) New York: Oxford University Press, P. 373
- ۵- جبیل جالبی، ڈاکٹر، پاکستانی کلچر، ۷۱۹۹ء، کراچی نیو مجاز پریس، ص ۲۲
- ۶- کرار حسین، پروفیسر، پاکستانی کلچر اور اس کے مسائل (مضمون) یادور، شمارہ ۳۷۲۸، ص ۳۷۲
- ۷- جبیل جالبی، ڈاکٹر، پاکستانی کلچر، اسلام آباد، بیشل بک فاؤنڈیشن، ۷۱۹۹ء، ص ۱۹
- ۸- فیض احمد فیض، پاکستانی کلچر اور قومی شخص کی تلاش، مرتبہ شیما مجید، لاہور، فیروز سخن لیٹریٹری، ۱۹۸۸ء، ص ۲۵
- ۹- پروفیسر کرار حسین (۱۹۹۹ء) سوالات و خیالات، (مرتبہ انتظار حسین) کراچی، فضیلی سخن، ص ۱۰
- ۱۰- نبیل احمد اردو تقدیم میں تہذیب و ثقافت کے مباحث (تحقیق و تجزیاتی مطالعہ) مقالہ برائے پی ایچ ڈی اردو، لاہور: شعبہ اردو پنجاب یونیورسٹی ۲۰۱۳ء، ص ۲۷
- ۱۱- ڈاکٹر گوپی چند نارنگ (۲۰۰۶ء) اردو کی نئی بستیاں (مرتبہ ڈاکٹر گوپی چند نارنگ) نئی دہلی، سماحتیہ اکادمی ص ۲۲
- ۱۲- سبط حسن (۲۰۰۹ء) پاکستان میں تہذیب کا ارتقا، کراچی دانیال، ص ۲۲
- ۱۳- Rita Mae Brown, "Starting from Scratch" Bantam, Los Angeles, 1988.

- ۱۳۔ In Wiktor Osiatynski (ed.), *Contrasts: Soviet and America Thinkers Discuss the Future* (MacMillian, 1984), pp. 95-101 "On Language and Culture" Noam Chomsky interviewed by Wiktor Osiatynski.
- ۱۴۔ Fanon, Frantz Omer "Black Skin, White Masks" Grove Press (US), 1952, P. 17.
- ۱۵۔ Vygotsky, Lev Semyonovich., "Mind in Society". London: Harvard University Press, 1978.
- ۱۶۔ سبط حسن، پاکستان میں تہذیب کا ارتقا قطب پرمنٹ پبلشرز، کراچی مارچ ۱۹۷۵ء، ص ۵۸